اورینٹل کالج میگزین، جلد۹۹، شمارہ۲، مسلسل شمارہ:۳۷۲، سال ۲۰۲۴ء

میر قمر الدین منت: تحقیقی و تنقیدی مطالعہ

زاہرہ نثار، پی ایچ ڈی

اسسٹنٹ پروفیسر

شعبہ اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ، جامعہ پنجاب لاہور

MIR QAMAR-UD-DEEN MANAT
RESEARCH AND CRITICAL STUDY

Zahira Nisar, PhD
Assistant Professor
Department of Urdu Encyclopaedia of Islam
University of the Punjab, Lahore

Abstract

Mīr Qamar-ud-Dīn Manat was a famous classical poet of his era. He belongs to lakhnavī school of thought. He was a true legend because he brought up in the family of Shah walī ul Allah Dehlavī and in sufiism got sanad-e-Khilafat from Molvī Fakhr-ud-Dīn. He gained poetic training first from Mīr Naveed and then Muhammad Qayam in Urdū. After that he became the disciple of Mīr Shams-ud-Dīn Faqīr in Persian. He write a lot in Persian and also had a Dīwān. He got title of *Malak-us-Shoara* from Governor General Bengal lord Warren Hastings. He wrote penegarics, Quatrians, masnvī and other generes of poetry. His *Shakristan* is in the format of *Gulistan-e-S'adī* written in prose. His masnavī *Chamnistan* also very famous. He wrote ten masnavyat and a lot of panegyrics. His poetry is very delicate, stylish and artistic.

Keywords:
Shah Walī-ul-Allah Dehlavī, Lakhnavī School of Though, Warren Hastings, Panegarics, Molvī Fakhr-ud-Dīn

میر قمرالدین تخلص منت (۱۲۰۸ھ / ۱۷۹۴ء) ولد میر نظام الدین ممنون (۱۸۴۴ء)کا آبائی وطن مشہد تھا۔ سونی پت میں پیدا ہوئے، دہلی میں نشوونما پائی(۱) اور وہ خاندانِ سادات سے تعلق رکھتے تھے۔ والد کی طرف سے ان کا سلسلۂ نسب سید عبداللہ عرف ناصر الدین سے جاملتا ہے جو شاہ جہان آباد سے بیس کوس کے فاصلے پرلاہور کی جانب قصبۂ سونی پت میں مدفون ہیں جب کہ والدہ کی طرف سے ان کا سلسلۂ نسب شاہ عنایت اللہ رضوی(۱۰۷۱ء)، سید جلال بخاری (۱۱۹۰۔۱۲۹۵ء) اور شاہ عبدالعزیز چشتی (۱۷۴۶۔۱۸۲۴ء)سے ملتاہے(۲) تذکرۂ کاشی میں سید جلال بخاری کے والد سید عضدیزدی کا مفصل احوال رقم ہے۔

منت کے والد میر نظام الدین ممنون بھی اعلیٰ پائے کے شاعر تھے۔ دہلی میں پیدا ہوئے اور وہیں پرورش پائی۔ اکبر شاہ ثانی نے انھیں فخرالشعراء کا خطاب عطا کیا۔ کچھ عرصہ اجمیر میں صدالصدور رہے پھر دہلی آ گئے۔۱۲۶اھ میں انتقال کیا۔ ان کے شاگردوں میں مفتی صدرالدین خان آزرد (۱۸۰۴۔۱۸۶۸ء) مشہور ہیں۔ وہ صاحبِ دیوان تھے لیکن ان کا دیوان کم یاب ہے۔(۳) عین ممکن ہے کہ منت میں شعر و سخن کا جوہر فطری طور پر موجود ہو جسے والد کے ورثے نے جلا بخشی ہو۔

منت کی تربیت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے گھرانے میں ہوئی (۴) اور ابتدائے شعور سے ہی انھوں نے علومِ متداولہ کی تحصیل کی جانب توجہ مرکوز کی تاہم اُن کی طبع سخن گوئی کی جانب مائل تھی۔ جس کے سبب وہ میر نورالدین نور سے اصلاح لینے لگے اور تیرہ سال کی عمر میں ہی فنِ شاعری میں طاق ہو گئے۔

مروجہ عربی و فارسی علوم کی تحصیل کے بعد منت نے مولوی فخر الدین کے دستِ حق پرست پر بیعت کی اور سندِ خلافت حاصل کرلی۔ سرور لکھتے ہیں:

> ”۔۔۔ دست بیع بہ خدمت حضرت مولوی محمد فخر الدین صاحب قدس اللہ سرہ العزیز گشتہ و از جناب اوشاں فوائد باطنی حصول نمودہ ویکے از خلفائے ایشان گشت۔“(۵)

میر شمس الدین فقیر اور میر نورالدین نوید سے فنِ شعر و شاعری کے ساتھ ساتھ رنگیں بیانیِ نثر پر بھی قدرت حاصل کی۔ اردو و فارسی ہر دو زبانوں میں دست رس حاصل کی۔ تاہم اردو کے ہر تذکرہ نگار نے فارسی میں اُن کی بسیار گوئی اور ریختہ میں کم گوئی کا ذکر کیا ہے۔ مرزا علی لطف لکھتے ہیں:

> ” تربیت منت مذکورہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے گھرانے میں پائی ہے اور کیفیت اور طریقت و معرفت کی فخر العارفین مولوی فخر الدین قدس سرہ کی خدمت سے اٹھائی ہے۔

عقدے شعر و فنِ شاعری کے میر شمس الدین فقیرؔ تخلص کے فیضِ صحبت سے ان پر کھلے
اور میر نورالدین نویدؔ تخلص کی برکت مجالست سے دقیقے سستی و چستی نظم کے طے ہوئے۔
صفائی بندش و حسنِ بیان میں الحقیقت استاد اور موشگافی معنی میں قلم اس کا رشکِ خامۂ
بہزاد۔ زبانِ فارسی میں کلکِ عنبر سلک نے ان کے بہت کچھ لکھا ہے۔"(۶)

نسخۂ دلکشا میں جنمے جۓ متر ارمان اور تذکرۂ ہندی میں غلام ہمدانی مصحفی (۱۷۵۱ء۔۱۸۴۴ء) نے محمد قائم کو منتؔ کا استاد قرار دیا ہے۔نسخۂ دلکشا میں مذکور ہے:

"...زبانِ اردو ریختے کی شعر گوئی محمد قائم سے میر نورالدین نوید اور میر شمس الدین فقیر سے
معلوم کی تھی۔ بعدہ شاگرد میر شمس الدین فقیر مشہور ہوئے۔۔۔"(۷)

تذکرۂ ہندی میں منت کے زانوئے تلمذ تہہ کرنے کا احوال درج ذیل ہے:

"در ابتدائے چندے استفادۂ ریختہ از قائم نمودہ۔۔۔ در آن زمان خود را شاگردِ میر شمس
الدین فقیرؔ میگوید۔"(۸)

دیوانِ جہان میں منت کے دو استادوں کا ذکر ملتا ہے اولاً محمد قائم کا ثانیاً فقیرؔ کا۔

"منت تخلص، نام قمرالدین سنپت کے رہنے والے پہلے شاگرد محمد قائمؔ کے تھے۔ بعد اس
کے شاگردی میر شمس الدین فقیرؔ کی اختیار کی۔"(۹)

عین ممکن ہے کہ اولاً منتؔ نے علومِ متداولہ کی تحصیل کے دوران میں میر نورالدین نویدؔ سے اپنے ابتدائی اسباقِ شعری سیکھے ہوں تاہم بعد ازاں انھیں محمد قائمؔ کی صحبت میسر آگئی ہو جو جزوقتی ہو۔ یہی سبب ہے کہ مذکورہ دو تین تذکروں کے علاوہ قائمؔ کا ذکر اور کہیں نہیں ملتا۔ تیسرے خود منتؔ کا فقیرؔ کو اپنا استاد قرار دے دینا گویا اُن سے طویل استفادے کی دلیل ٹھہرتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ وہ شاگردِ فقیرؔ کے طور پر معروف تھے تاہم ایک باریک فرق ان دو استادوں کے درمیان یہ ہے کہ انھوں نے فقیرؔ سے فارسی میں اور قائمؔ سے اردو میں اصلاح لی اور چوں کہ اُن کا بیش تر کلام فارسی میں ہے اس سبب سے بھی وہ شاگردِ فقیرؔ کے طور پر معروف ہوگئے ہوں۔ مجموعۂ نغز میں منتؔ کے صاحبِ دیوان ہونے اور خلافت ملنے کے علاوہ مذکورہ بالا مبحثِ شاگردی کو درجِ ذیل انداز میں پیش کیا گیا ہے:

”میر شمس الدین فقیرؔ سے فارسی میں اور قیام الدین علی قائمؔ سے ریختہ میں اصلاح لی مگر ریختہ کم کہتے تھے۔ ابتداء میں عمادالملک کے ساتھ رہے پھر مولانا فخر الدین سے بیعت ہوئے اور خلافت ملی۔“(۱۰)

قائم چاندپوری نے اپنے تذکرے مخزنِ نکات میں منتؔ کی مشقِ سخن کی بابت واضح لکھا ہے:

”مشقِ سخن پیش فقیر مؤلف می نماید“(۱۱)

۱۱۹۱ھ /۱۷۷۶ء میں منتؔ دہلی چھوڑ کر لکھنؤ آ گئے۔ مرزا علی لطف نے دہلی کی ویرانی کو اس ہجرت کا سبب قرار دیا ہے۔ یہاں وہ میر محمد حسین فرنگی اور مسٹر جانسن بہادر کی سرکار سے وابستہ ہوئے۔ میر قدرت اللہ قاسمؔ نے منت کی لکھنؤ آمد کی اطلاع درجِ ذیل انداز میں دی ہے:

”اس کے بعد دیارِ مشرق میں چلے گئے۔ اتفاقاً راقم بھی ان کے ساتھ ہی ساتھ ایک ہی گاڑی پر لکھنؤ تک پہنچا۔ راقم تو واپس چلا آیا مگر وہ وہیں قیام پذیر ہو گئے اور میر محمد حسین (جو بڑے عالم و فاضل اور بار سوخ تھے) کی وساطت سے دنیوی ترقی حاصل کی۔“(۱۲)

منتؔ کے لکھنؤ اور کلکتہ قیام کی بابت یادگارِ شعراء میں درجِ ذیل معلومات ملتی ہیں:

”۱۱۹۱ھ /۱۷۷۶ء میں دلّی سے لکھنؤ گئے۔ مسٹر جونسن انھیں کلکتے لے گئے اور مسٹر ہیسٹنگس گورنر جنرل سے تعارف کرایا۔“(۱۳)

تذکرہ طبقات الشعرائے ہند میں مولوی کریم الدین نے منتؔ کے ۱۱۹۶ھ / ۱۷۸۲ء میں سر ولیم جونسن ۱۷۱۵۔۱۷۷۴ء) کی خدمت میں چلے جانے، لکھنؤ میں فرقۂ امامیہ اختیار کرنے، کلکتہ میں گورنر جنرل کی خدمت سے ملک الشعراء کا لقب حاصل کرنے، حیدر آباد جانے، نظام الملک کے لیے مدحیہ قصیدے کے عوض پانچ ہزار روپیہ نقد و جنس وہاں سے جمع کرنے، راجہ ٹکیٹ رائے کی صحبت میں رہنے، انتالیس برس کی عمر میں کلکتہ جانے اور ۱۷۹۴ء میں وہیں وفات پا جانے جیسی اہم معلومات مہیا کی ہیں۔(۱۴)

قطب الدین باطن نے گلستانِ بے خزاں میں منتؔ کے لکھنؤ، کلکتہ اور دکن جانے کی خبر درجِ ذیل انداز میں دی ہے:

”لکھنؤ جا کر عماید کے قصاید تحریر کیے اس ذریعے سے اپنے مرتبہ با توقیر کیے پھر کلکتہ گئے اور بصفت ناظم قصیدہ کہا اور ملک الشعراء خطاب پایا پھر دکن گئے اور بدولت نظم جمع زر کیا پھر لکھنؤ آئے اور طول گوئی کو ناچار مختصر کیا۔“(۱۵)

لکھنؤ جانے اور وہاں کی ادبی صحبتوں میں رچ بس جانے کا واضح اثر اُن کے عقیدے پر بھی ہوا۔ وہ نہ صرف اہلِ سنت سے متبدل بہ عقیدۂ اہلِ تشیع ہوئے بل کہ انھوں نے ایک رقاصہ سے متعہ بھی کیا۔ میر قدرت اللہ قاسم نے مجموعۂ نغز میں رقاصہ سے متعہ کرنے، دانتوں میں مسّی لگانے اور صوفیوں کے ردّ میں رسالہ لکھنے جیسے اہم واقعات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

> ''جب تک دہلی میں رہے یہ سب باتیں ان میں نہ تھیں لیکن اقرباشیعیت کا تقیہ سمجھتے تھے۔ واللہ اعلم یہ حاسدوں کی افترا ہے یا صحیح ہے۔''(۱۶)

مسٹر جانسن (۱۷۱۵۔۱۷۷۴ء)، منتؔ کو لارڈ ہیسٹنگز (۱۷۳۲۔۱۸۱۸ء) کے روبہ رو لے گئے۔ منت نے لارڈ صاحب کی مدح سرائی میں اکثر مدحیہ قصائد کہے جس پر لارڈ صاحب نے انھیں ملک الشعراء کا خطاب دیا اور ۱۲۰۰ھ /۱۷۸٦ء میں انھیں ایک خاص سفارت پر حیدر آباد بھیجا جہاں انھوں نے نظام (۱۷۳۴۔۱۸٦۳ء) کی مدح میں قصیدہ پیش کیا اور صلے میں انعام پایا۔

منت نے شعر و شاعری میں غزل کے برعکس مثنویات، قصائد، خمسے اور رباعیات وغیرہ میں زیادہ طبع آزمائی کی ہے۔ دو تذکرے میں کلیم الدین احمد (۱۹۰۸۔۱۹۸۳ء) نے تذکرۂ عشقی کے حوالے سے لکھا ہے:

> '' منت مذکور در بیش تر اقسام نظم سوائے قصاید و غزل اشعار بسیارے منظوم ساختہ و بمثنویات خمسہ در بحور خمسہ نظامی پرداختہ۔''(۱۷)

منت خود صاحبِ دیوان شاعر تھے۔ وہ مثنوی و قصیدے میں دست رس رکھتے تھے۔ ان کے والد میر نظام الدین ممنونؔ کی طرح ان کے لاتعداد تلامذہ تھے۔ دستور الفصاحت میں تلامذۂ منتؔ کی بابت درجِ ذیل معلومات ملتی ہیں:

> ''صاحبِ دیوان است و مثل پدر بزرگوار، تلامذہ بسیار دارد۔ گویند کہ میر سعادت علی تسکین و سید مہر اللہ خان غیور نیز از تلامذۂ ممنونؔ اند و بعضی گویند: و از شاگردانِ منتؔ، بہر حال سلسلہ واحد است۔''(۱۸)

منت کا رنگ شاعری سلیس و خوش بیان ہے۔ طرزِ ادا فقیرانہ ہے۔ اپنی بسیار گوئی کا حال چمنستان نامی مثنوی میں بتایا ہے:

دریں عمردہ مثنوی گفتہ ام
بآئین و طرز نوی گفتہ ام

چو اشعار من در عدد می رسد
شمار قصاید بصد می رسد
بود شعر من در غزل سی ہزار
زپا نصد رباعی گرفتم شمار(۱۹)

نثر میں شکر ستان نامی کتاب گلستان سعدی کے مقابلے میں لکھی تھی تاہم مرورِ ایام کے سبب اُن کی بیش تر تصانیف تذکروں کی حد تک محدود ہو کر رہ گئی ہیں۔ بیش تر تذکرہ نویسوں نے ان کی کم و بیش ڈیڑھ لاکھ کے قریب ابیات کا ذکر کیا ہے۔

منت کی تاریخ پیدائش کا احوال نامعلوم ہے البتہ تاریخِ وفات پر متعدد تذکروں میں ۱۲۰۸ھ کا سنہ مذکور ہے(ماسوائے مصحفی(۱۲۰۷ھ / ۱۷۹۲ء)اور مرزا علی لطف(۱۲۰۶ھ / ۱۷۹۱ء) کے۔ مصحفی نے منت کی تاریخِ وفات بھی کہی ہے جب کہ لطف نے تپ محرق کو عارضۂ قضا قرار دیا، وہ لکھتے ہیں:

"۱۲۰۶ بارہ سو چھ ہجری میں نواب سرفراز الدولہ میرزا حسن رضا خان بہادر اور مہاراجہ ٹکیٹ رائے واسطے کچھ سوال و جواب معاملات کے لکھنؤ سے کلکتے جو تشریف لائے تو میر قمرالدین منتؔ بھی ساتھ آئے۔ ایک تین چار روز تپ محرقہ ان کو عارض ہوئی اور بغیر جان لیے وہ تپ نہ گئی چناں چہ کلکتہ اس سیدِ غریب الدیار کا مدفن ہوا۔"(۲۰)

مصحفی کی کہی گئی تاریخِ وفات درجِ ذیل ہے:

منت کہ ہیچگہ بہ فنونِ کمالِ شعر
از ہمسراں نہ کردہ کسے ہمسریٔ او
دیوانِ زندگیش چو شیرازہ واگذاشت
در شہر فاش شد جنسر ابتریٔ او
چوگان و گو نماندوتگا و رزپانشست
خالی بماند عرصۂ جولانگریٔ او
ساقیِ روزگار دریں مجلسِ خراب
حنظل فشرو در قدحِ آخریٔ او
واحسرتا کہ سالِ وفاتش نوشتہ شد
منت کجا و زمزمۂ شاعریٔ او(۲۱)
۱۲۰۷ھ

مختلف تذکروں میں کلامِ منتؔ کے مختلف انتخابات درج ہیں۔ تذکرۂ بزمِ سخن، تذکرۂ شعرائے اردو از میر حسن، تذکرۂ طبقات الشعرائے ہند اور یادگارِ شعراء میں انتخابِ کلامِ منتؔ درج نہیں ہے صرف ترجمہ شامل کیا گیا ہے۔ دیگر تذکروں میں شامل کلامِ منتؔ درجِ ذیل ہے:

منتؔ ایسے کو دل دیا تو نے
اے مری جان کیا کیا تو نے

کہاں ہم کو عرضِ غمِ دل کا رو ہے
گرہ زیرلب نغمۂ آرزو ہے(۲۲)

کوئی اس بدمزاجی پر تمھارے پاس کیا بیٹھے
ادھر ٹک ہم نے دم مارا اُدھر تم منھ بنا بیٹھے
یہیں سے ہم رہانِ قافلہ اپنی تو رخصت ہے
کہ اس وادی میں ہم تو ضعف سے جوں نقش پا بیٹھے
کھڑے رہیے جو اس کی بزم میں تو یوں لگے کہنے
دکھاتا ہے یہ اپنے **پانوں** کیوں ناحق کھڑا بیٹھے

(پاؤں = گلزار ابراھیم)

جو اتنی بات سن کر **بیٹھیے تو پھر** لگے کہنے (بیٹھ جاویں = //)
ہنسی سے کہتے ہی **یک** بات کے بس آپ آبیٹھے (اک = //)
نہ آوے باز یہ بندہ تو منتؔ **بدگمانی** سے (کہانے = //)
تکلف بر طرف گر ساتھ اس بت کے خدا بیٹھے

(مذکورہ غزل، بہ لحاظ مضمون غزلِ مسلسل ہے)۔

منتؔ **جیوں** شمع دل جلاتا ہے (جوں = گلزارِ ابراہیم)
روکا کب غم کا ولولا جاتا ہے

کیا جانیے کیا خلش ہے سینے میں آج
ہر سانس کے ساتھ جی چلا جاتا ہے(۲۳)

کس کو لبِ جان بخش کی میں بات سناؤں
عیسیٰ بھی اگر بولیں تو صلوٰت سناؤں

مدعی ہم سے سخن ساز بسا بوسی ہے (اس= گلزارِ ابراھیم)
اب تمنا کو یہاں مژدۂ **مایوسی** ہے (پھر، پابوسی= //)
تہمتِ عشق عبث کرتے ہیں **منت مجھ پر** (مجھ پر منت= //)
ہاں **مگر ملنے** کی خوباں سے تو ٹک خوسی ہے(۲۴) (یہ سچ= //)
خشک نالے ہوگئے بہنے سے دریا تھم رہا
چشم میں **اپنے نہیں اک** عمر سے کچھ نم رہا (اپنی ہی ساری=تذکرۂ گلشنِ سخن)
مے کدہ سے ٹل گئے اہلِ ہوس پی پی کے جام
انگبیں وہ ہوں کہ اس پیرِ مغاں میں جم رہا

کوتہ ہے اس کی زلف سے دستِ صبا ہنوز
عقدہ ہوا یہ دل کا ہمارے نہ وا ہنوز

گر نقش دوئی مٹائیں گے ہم
سچ کہیو کہ کیا کھائیں گے ہم
مصری سے وہ ہونٹ تک دکھاوے
کچھ گھول کے پی نہ جائیں گے ہم
اس آنے کا کچھ بھی لطف پیارے
ہر دم جو کہو کہ جائیں گے ہم
آئینۂ دل جو تھا وہ ٹوٹا
کیا اب تمھیں منہ دکھائیں گے ہم (کیا لے=تذکرۂ گلشنِ سخن)

سو گوہِ آتش کو چھاتی سے پیلتے ہیں
کچھ عاشقی نہیں ہے ہم جی پہ کھیلتے ہیں
دل ہم ستم زدوں کا ہے واجب الترحم
اس نیم قطرہ خوں پر سوزِ خم جھیلتے ہیں
خوانِ کرم پہ تیرے ہے سیر ایک عالم
ہم بے نصیب اب تک پاپڑ ہی بیلتے ہیں

ہے **مری** طرح جگر **خون ترا** مدت سے (میری ہی،خوں ہے ترا= تذکرۂ ھندی)
اے حنا کس کی تجھے خواہش پابوسی ہے

کہاں ہم کو غرضِ غم دل رو ہے
گرہ زیرِ لب نغمۂ آرزو ہے
قدم رکھ گیا کون سینہ پر اپنے
گلِ داغ میں آج مہندی کی بو ہے
سناتا تھا میں حالِ دل اُس کو منت
کہا چل بے یہاں سے یہ کیا گفتگو ہے

آہو سے تری چشم کی کب چھوڑیں یہ تشبیہہ
جب تک کسی ساغر کو نہ تو آنکھیں دکھاوے
اٹھ جائے کسی کے جو دلِ صاف سے پردا
پھر آئینۂ دنیا میں کبھو مُنہ نہ دکھاوے
بندے کو خدا کے نہیں جز دل شکنی کام
کیا سنگ ہے دل شیخ کا اللہ سے پاوے

منت یک بار عشق سے توبہ کر
چارو ناچار عشق سے توبہ کر
اب تک مردودِ دین و دنیا رہنا
آجانے دے یار عشق سے توبہ کر

منت اے جان ان بتوں کو مت پوج
مت کھو ایمان ان بتوں کو مت پوج
ان باتوں پر پتھر پڑیں تیری ظالم
اللہ کو مان ان بتوں کو مت پوج (۲۵)

ہم سے وہ جوشش، وہ الفت دور کی
آپ کو سوجھی نہایت دور کی

شب کہ مجلس میں وہ بت محوِ خود آرائی تھا
آئنہ، پشت بہ دیوار، تماشائی تھا

بس جفا زور آزمائی ہوچکی
دلبروں سے ہاتھاپائی ہوچکی
تیغ سے وہاں اب تلک ٹپکے ہے خوں
قتل یاں ساری خدائی ہوچکی
رات تھوڑی، حسرتیں دل میں بہت
صلح کیجیے، بس لڑائی ہوچکی (۲۶)

ایسے بے دید سے تھی آنکھ لگی
قبر میں بھی نہ میری آنکھ لگی

آہ اے کثرتِ داغِ غم خوباں کہ مدام
صفحۂ سینہ پُر از جلوۂ طاؤسی ہے (۲۷)

مدت میں تو اے ننگِ مروت نظر آیا
کس واسطے، کیوں، خیر ہے، کیا تھا، کدھر آیا(۲۸)

میر قمرالدین منتؔ کے حالات و کوائف اور مراتبِ شعری کے ضمن میں مفصل ترین معلومات آ قا حسین قلی خان عظیم آبادی کے تذکرے نشترِ عشق میں ملتی ہیں۔ منتؔ سادات سے نسبت رکھتے تھے، صوفیانہ سلسلے میں بیعت تھے۔ شاہ عبدالعزیز سے بیعت ہونے کے علاوہ علومِ مروجہ کے ساتھ ساتھ سندِ حدیث بھی رکھتے تھے۔ سلسلۂ قادریہ میں بھی بہ اجازت بیعت ہوئے۔ نواب آصف الدولہ، حیدر بیگ خاں، راجہ ٹکیٹ رائے نواب حیدر آباد کی مدح سرائی میں قصائد اور انعام پائے:

''مشہور ہے کہ والی حیدر آباد کے اشارے سے وہاں کے شعراء نے میر موصوف سے مباحثہ اور مجادلہ بھی کیا لیکن میر موصوف کو ہر طرح صاحبِ استعداد اور بدیہہ گو پایا تو مخفی طور پر والیِ دکن سے سارا ماجرا کہا۔ والیِ دکن خود جوہر شناس تھے۔ ایک زمرد کی انگوٹھی ملک الشعراء کے خطاب کے ساتھ عنایت کی۔ یہ موصوف حیدر آباد سے پھر لکھنؤ لوٹ کر آئے اس مرتبہ راجہ ٹکیٹ رائے نے ان کو دو سو روپیہ ماہوار پر اپنے یہاں رکھ لیا۔ چند سال کے بعد منت انچاس سال کی عمر میں بعض ضروری اموری کی انجام دہی کے لیے کلکتہ گئے وہاں ۱۲۰۸ھ میں انتقال کر گئے۔ وہاں کے کربلا میں مدفون ہوئے۔ مولوی عبدالواسع جو کربلا کے فاضلوں میں ہیں تاریخ کہی جس میں ایک عدد کی کلی ہے۔

میر قمرالدین منت ہائے ہائے۔۔۔ چوں کہ ابتدائے تمیز سے شعر و شاعری کا شوق تھا اس میں بڑی دستگاہ حاصل کی۔ اشعار کی تعداد پچاس ہزار ہو گئی۔ اس میں دس مثنویاں خمسہ نظامی اور خسرو کے طرز پر ہیں۔ مثنوی چمنستان میں خود کہتے ہیں کہ میری تصانیف میں دس مثنویات ہیں، سو قصیدے ہیں۔ غزل کے اشعار تیس ہزار ہوں گے اور پانسو رباعیاں۔''(۲۹)

بے جگر نے اپنے تذکرے (غیر مطبوعہ) تذکرۂ شعرائے اردو میں منتؔ کی استعدادِ شعری کو دل کھول کر خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے لکھا ہے:

''۔۔۔ مصرعہ اش دو چشم مشتاقانِ سخن چون ہلالِ عیدمی نمود برای عاشقان سراپا محن تج کرد۔۔۔ غرض کہ کلامش چہ فارسی وچہ ہندی تمام بافصاحت وادابندی است و خیالِ او ہمہ تن منتہای سلاست و دل پسندی غزل المقولہ۔

حق نے منت کی طبعیت کیابنائی واچھڑے
آج تک ایسے سے لے ہے پناہی واچھڑے
شعر اس کا دیکھتا گر سعدی (ناخوانا)
رشک سے کہتا یہی بل بے صفائی واچھڑے
بے تکلف دیکھیے یارو کہ فنِ شعر میں
کیا تراخا طرز اُس نے تھی اڑائی واچھڑے
وصفِ لب ہوسکے کب اُسی کے فیض سے
بے جگرؔ یہ بھی غزل تجھ سے بن آئی واچھڑے(۳۰)

حاصلِ کلام

کلامِ منتؔ کا جائزہ لیں تو منتؔ آپنے دور کے ممتاز ترین شعراء میں شمار ہوتے ہیں۔ وارن ہیسٹنگز تک رسائی ان کی قدرتِ بیان کا اظہار ہے۔ ان کی پُر گوئی اس درجے کو پہنچی ہوئی تھی کہ انھوں نے فارسی شاعری میں دفتر کے دفتر سیاہ کر ڈالے تھے، البتہ تذکرہ نویسوں نے اُن کی اردو کم گوئی کو موضوعِ بحث بنایا ہے۔ ان کا فارسی کلام اب دست یاب نہیں ہے اور اردو کلام تذکروں کے توسط سے درج بالا اشعار کی صورت میں موجود ہے۔ عین ممکن ہے کہ کسی پوشیدہ کتب خانے کے سربستہ راز کی طرح موجود بھی ہو تو عدم رسائی کے سبب معدومیت ہی کو امکان سمجھا جائے۔ اس کلام کے دیگر جوہر دیوان بنِی سے ہی آشکار ہوسکتے ہیں۔ سرِ دست موجودہ کلام سادگی و پرکاری کا آئینہ دار، لکھنؤ کی زندہ دلی کا عکاس ہے۔ بات سے بات بنانے اور بات کرنے اور گفت گو کا غماز ہے۔ عشقِ مجازی کی تلخیوں، محبوب کی اداؤں، عشق کی ستم ظریفیوں اور عشقِ حقیقی کی شراب سے لب ریز ہے۔ عشق وعاشقی کی کیفیات کا ترجمان یہ کلام دہلی و لکھنؤ کے محاورات اور لفظیات کا امین ہے۔ الغرض کلام منت دہلی و لکھنؤ کے مشترکہ تہذیبی ورثے کا امین ہے۔

☆☆☆☆☆

حوالے

(۱) نورالحسن خان، علی حسن خان، تذکرۂ بزمِ سخن و طورِ کلیم، (پٹنہ: عظیم الشان بک ڈپو، ۱۹۶۸ء)، ۱۱۴، ۱۱۵۔
(۲) عشقی عظیم آبادی، تذکرۂ عشقی، مرتب و مترجم۔ عطا کاکوی، (پٹنہ: رئیس ادارۂ تحقیقات، ۱۹۶۹ء)، ۱۳۳۔
(۳) رام بابو سکسینہ، تاریخِ ادبِ اردو، (لکھنؤ: مطبع تاج کمار، ۱۹۹۹ء)، ۲۱۱۔
(۴) مرزا لطف علی، تذکرۂ گلزارِ ابراھیم، (علی گڑھ: مطبع مسلم یونیورسٹی، ۱۹۳۴ء)، ۲۳۷۔

(۵) سرور، میر محمد خان، تذکرۂ سرور، (دہلی: دہلی یونیورسٹی، ۱۹۶۱ء)، ۵۸۵۔

(۶) مرزا لطف علی، تذکرۂ گلزارِ ابراھیم، ۲۳۷۔

(۷) جنمے جئے متر ارمان، تذکرۂ نسخۂ دلکشا، مدون۔ رئیس انور رحمان، (دیوبند: علمی مرکز، ۱۹۷۹ء)، ۱۷۳۔

(۸) مصحفی، غلام ہمدانی، تذکرۂ ھندی، (دکن: انجمنِ ترقی اردو اورنگ آباد ۱۹۳۳ء)، ۲۳۰۔

(۹) بنی نرائن جہاں، دیوانِ جہاں، (پٹنہ: لیتھو پریس، ۱۹۵۹ء)، ۲۱۵۔

(۱۰) میر قاسم قدرت اللہ، مجموعۂ نغز، مترجم۔ عطا کاکوی، (پٹنہ: عظیم الشان بک ڈپو، ۱۹۷۲ء)، ۱۳۵۔

(۱۱) قائم چاندپوری، تذکرۂ مخزنِ نکات، مدون۔ اقتدا احسن، (لاہور: مجلسِ ترقی ادب، ۱۹۶۶ء)، ص ۱۹۸۔

(۱۲) میر قاسم قدرت اللہ، مجموعۂ نغز، ۱۳۵، ۱۳۶۔

(۱۳) اشپر نگر، یادگارِ شعراء، مدون۔ طفیل احمد (لکھنؤ: اترپردیش اردو اکیڈمی، ۱۹۸۵ء)، ۱۶۷۔

(۱۴) مولوی کریم الدین، تذکرۂ طبقات الشعرائے ھند، مدون۔ عطا کاکوی، (پٹنہ: عظیم الشان بک ڈپو، ۱۹۷۱ء)، ۳۱۔

(۱۵) میر قطب الدین باطن، طبقات الشعرائے ھند، (لکھنؤ: اترپردیش اردو اکیڈمی، ۱۹۸۲ء)، ۲۳۵۔

(۱۶) قاسم میر قدرت اللہ، مجموعۂ نغز، ص ۱۳۶۔

(۱۷) شورش عظیم آبادی، عشقی عظیم آبادی، دو تذکرے، جلد ۲، مدون۔ کلیم الدین احمد، (پٹنہ: لیتھو پریس، ۱۹۶۳ء)، ۲۳۹۔

(۱۸) یکتا، سید احمد علی خان، دستور الفصاحت، مدون۔ عرشی، امتیاز علی، (رام پور: رضا لائبریری، ۲۰۱۵ء)، ۹۲۔

(۱۹) فیلن، ایف، کریم الدین، تذکرۂ طبقات الشعرائے ھند، مدون۔ عطا کاکوی، (پٹنہ: عظیم الشان بک ڈپو، ۱۹۷۱ء)، ۳۱۔

(۲۰) لطف، مرزا علی، تذکرۂ گلزارِ ابراھیم، ۲۳۸۔

(۲۱) مصحفی، تذکرۂ ھندی، ۲۳۰۔

(۲۲) مبتلا، مردان علی خان، تذکرۂ گلستانِ سخن، مدون۔ مسعود حسن رضوی ادیب، سید، (علی گڑھ: انجمنِ ترقی اردو ہند، ۱۹۶۵ء)، ۲۳۰۔

(۲۳) عشقی عظیم بادی، دو تذکرے، ۲۳۹۔

(۲۴) باطن، میر قطب الدین، گلستان بے خزاں، ۲۳۵۔

(۲۵) مرزا لطف علی، گلزارِ ابراھیم، ص ۲۳۸۔ ۲۴۰۔

(۲۶) یکتا، دستور الفصاحت، ۹۲۔ ۹۳۔

(۲۷) مصحفی، تذکرۂ ھندی، ۲۳۱۔

(۲۸) سرور، تذکرۂ سرور، ۵۸۷۔

(۲۹) آقا حسین قلی خان عظیم آبادی، نشتر عشق، مرتب و مترجم۔ عطا کاکوی، (پٹنہ: دی آرٹ پریس اولٹن گنج، ۱۹۶۸ء)، ۱۲۳۔ ۱۲۴۔

(۳۰) بے جگر، خیراتی لعل، تذکرۂ شعرائے اردو، مائیکرو فلم مخزونہ (لاہور: مرکزی کتب خانہ، جامعہ پنجاب) ایکسیشن نمبر ۹۴۱۴، سیریل نمبر ۴۶۴، بذیل مادہ منت۔

BIBLIOGRAPHY

- Beni Narayan Jahan, *Dīvan-e Jahān,* (Paṭna: Letho Press, 1959).
- Fellen, F. Kareemuddin, Molvi, *Taẓkira Tabaqāt al-Sho'ara-e Hind*, (Comp.) Ata Kakvi (Patna: Azeem-us-Shan Book Depot, 1971).
- Gulam Hamdani Mushafi, *Taẓkira-e Hindī,* (Aurangabad: Anjuman-e Taraqī-e Urdu, 1933).
- Ishpringer, *Yādgār-e Sho'arā,* (Comp.) Tufail Ahmed, (Lakhnow: Uttar Paradesh Urdu Academy, 1985).
- Ishqi Azeem Abadi, *Tazkira-e-Ishqī*, (Ed.&Tran.) Ata Kakave (Patna: Raees Idara Tehqeeqat, 1969).
- Janamejaya Mitr Arman, *Taẓkira Nus<u>kh</u>a-e Dilku<u>sh</u>a*, (Comp.) Raees Anwar Rehman, (Deoband: Ilmi Markaz, 1979).
- Meer Qudratullah Qasim, *Majmū'a-e Na<u>gh</u>z,* (Trans.) Ata Kakwi, Patna: Azeem-us Shan Book Depot, 1972).
- Meer Qutbuddeen Batin, *Gūlistān-e Be-Khizān,* (Lakhnow: Uttar Paradesh Urdu Academy 1982).
- Mirza Lutf Ali, *Taẓkira-e Gūlzār-e Ibrāhīm,* (Ali Garh: Matbaʿ Muslim University, 1934). ۷۲
- Noorul Hassan Khan, Ali Hassan Khan, *Tazkīra-e-Bazm-e-Sukhan wa Toor-e-Kaleem,* (Azeem-us-Shan Book Depot, Patna 1968).
- Qayam Chandpuri, *Taẓkira-e Ma<u>kh</u>zan-e Nikāt,* (Comp.) Iqtida Ahsan, (Lahore: Majlis-e Taraqi-e Adab, 1966).
- Raam Babu Saxena, *Taree<u>kh</u>-e Adab-e Urdū,* (Lakhnow: Matba taj Kumar, 1999).
- Saroor, Meer Muhammad Khan, *Taẓkira-e Sarūr*, (Dehli: University of Dehli 1961).
- Shorish Azeem Aabadi, Ishqi Azeem Aabadi, *Do Taẓkire,* (Comp.) Kaleem-ud-Deen Ahmed, (Patna: Letho press, 1963).
- Yakta, Sayed Ahad Ali Khan, *Dastūr al-Fasahāt*, (Comp.) Imtiaz Ali Arshi, (Rampur: Raza Library, 2015).

❖❖❖